واحد شاہ آزاد کی آپ بیتی ''مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے''، تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of "Murr ke deka to sabhi yad Ayay", autobiography of Wahid Shah

Dr Munaza Mubeen

Asst Prof: HoD Dept Of Urdu Women University Swabi

Amna kiran (Urdu Lecturer)

Woman University Sawabi

Abstract:

With the passage of time new branches of Urdu poetry and prose discovered. Autobiography is also one of the types of Urdu prose in which the writer narrates the event occurs with himself, in this regard Wahid Shah Azad is the famous writer and poet of Swabi KPK in his autobiographic book he narrates the stories, Events and incidences of his life. In this article have been described the art and life of Wahid Shah Azad in detail a d introduced as autobiographer.

Keywords:

Wahid Shah Azad Autobiographic (Urdu) Book "Morr k Dekha Tou Sabhi Yad Aaye.

کلیدی الفاظ: آپ بیتی کا تعارف و روایت، واحد شاہ آزاد بطور شاعر نثر نگار۔ واحد شاہ آزاد کی آپ بیتی "مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے" کا بطور آپ بیتی تجزیہ۔

ادب سماج عکاس ہوتا ہے۔ مشرق و مغرب میں ادب کی اب تک نہ صرف بیسیوں تعریفیں کی جاچکی ہیں بلکہ ہر دور کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوتے اس کے بنیادی سانچوں میں بھی تغیرات رونما ہوتے رہے ہیں۔ دیگر ادبیات عالم کی طرح اردو ادب میں وقت کے ساتھ ساتھ نئی اصناف شعر و نثر نے جنم لیا ہے۔ اصناف نثر میں ایک دلچسپ صنف آپ بیتی یا خود نوشت سوانح عمری ہے۔ اس صنف ادب میں جو دو لفظوں ''آپ،، اور ''بیتی سے مل کر بنی ہے، یعنی خود پر جو گزری ہے ان کو بیان کرنا، اپنی زندگی کی کہانی خود رقم کرنا، زندگی کے تمام نشیب و فراز کو صفحہ قرطاس پر اتارنا، آپ بیتی کہلاتی ہے۔ مصنف نے اپنی زندگی میں جو کچھ دیکھا یا محسوس کیا ہو، چاہے وہ دکھ ہو، سکھ ہو، عروج ہو، زوال ہو، حوادث ہوں وہ ان کو جب قارئین یا پڑھنے والوں کے سامنے پیش کریں تو ایسی صنف آپ بیتی/آٹو بائیو گرافی کہلاتی ہے۔ آپ بیتی کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں لیکن مدعا ایک ہے مثلا آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق[i]

انسائیکلوپیڈیا امریکہ میں اسکی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے

> Auto biography is literrally a man,s recording of his own life.....it may be confessional in which the motive is unburden one,s self of a feeling of guilt apologetic,exploratory,when he uses the act of writing of asan instrume research and a probing of hitherto
>
> unexamined behavioural patternsinto his own or simply egocentric portraiture

when the writer assumes that his life is worth sharing with others.,, [ii]

یوسف جمال انصاری صاحب کا ماننا ہے کہ

ہماری زندگی وہ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، گوناگوں تجربات سے مرکب ہے۔ ہر سانس اور جب ہم اپنی سوانح مرتب کرتے ہیں۔۔۔ تو گویا ہم ہر سانس کا محاسبہ لے رہے ہیں۔'' [iii]

آپ بیتی کے حوالے سے عبدالمجید سالک صاحب کی رائے کو اگر دیکھا جائے تو اس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ کہتے ہیں تاریخ میں ایک قوم یا ایک ملک کے واقعات مربوط انداز میں ایک خاص تسلسل کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں اسی طرح سوانح نگاری بھی در حقیقت ایک تاریخ ہی ہے مگر سوانح نگاری میں انفرادیت کا عنصر نمایاں ہوتا ہے اور یہ ایک فرد واحد کی زندگی کے کارناموں اور تفصیلات پر بحث کرتی ہے۔ افسانوی رنگ سے مزین ہونے کے باوجود افسانہ نہیں ہوتی ہے۔ اس میں صحت واقعات کا خصوصی التزام برتا جاتا ہے جس سے اس کی دلچسپی و دلکشی کا سامان پیدا ہوتا ہے۔ جہاں تک آپ بیتی کے فن کا تعلق ہے تو ڈاکٹر پرویز پروازی آپ بیتی کے فن سے متعلق یوں لکھتے ہیں کہ

خود نوشت کے فن میں کم سے کم تین عناصر اہم ہیں، لکھنے والے کی یاداشت، لکھنے والے کا اسلوب اور لکھنے والے کے ارد گرد کا حلقہ واحباب۔ ایک اور بات یاد رکھنے کی ہے کہ کم گوئی اور اخفائے ذات کے نتیجے میں حقائق کا اخفاء بھی ہو سکتا ہے اور اکثر لوگ ایسی بات بیان کرنے کی جرات نہیں کرتے جو ان کی شخصیت کے کمزور پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہو۔ ''[iv]

ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب کی رائے توجہ طلب ہے۔ خشونت سنگھ کی آپ بیتی کا نام ہے ''سچ، محبت اور زرا سا کینہ'' اس کتاب کا عنوان دہلا دینے والا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے مصنف نے اپنی زندگی کے کل کوائف، جذبات کو من و عن رقم کر دیا ہو گا۔ لیکن مطالعہ کے بعد یہ بات کھلنے لگتی ہے کہ مصنف جس حد تک گوارا کرتا ہے بس اتنا ہی سچ لکھتا ہے۔ ہاں کینہ اور نفرت دوسروں کی قدو قامت کرنے کے حیلے بہانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آپ بیتی کی صورت میں بدلہ چکانے کا موقع نکل آیا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ آپ بیتی لکھتے وقت زیادہ تر باتیں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، کیوں کہ اس سے ان کا کردار مشکوک بنتا ہے۔ گویا آپ بیتی میں مصنف غیر جانبدار نہیں بن سکتا، لیکن سچائی آپ بیتی کا اولین اصول ہے۔ اگرچہ یہ ایک دشوار عمل ہے لیکن پھر بھی ادیب کا انداز بے باک، سچا اور غیر جانبدار ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے خیال میں:

آپ بیتی میں اپنی محبت اور دوسروں کا خوف ہر وقت دامن گیر رہتا ہے وہ نہ اپنے گناہوں کی صحیح فہرست پیش کر سکتا ہے، نہ اپنا صحیح جج بن سکتا ہے۔ [v]

سید عبداللہ کے مندرجہ بالا اقتباس سے مشفق خواجہ کی رائے بھی بہت مطابقت رکھتی ہے۔ مشفق خواجہ نے ''سخن در سخن'' میں لکھا ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ ''آپ بیتی بھی ایک انوکھی اور عجیب صنف ادب ہے جس کا موضوع بظاہر تو مصنف کی اپنی زندگی ہوتی ہے لیکن بحث و مباحثہ عموماً اور حقیقتاً دوسروں کی شخصیت سے کی جاتی ہے۔ لیکن اسی تناظر میں اگر دیکھا جائے تو یہ بھی حقیقت ہے کہ جرنیلوں سیاست دانوں، شاعروں، مفکروں، اور ادیبوں نے اپنے حالات قلمبند کیے ان کے ضمن میں یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ان کے فن و فکر، کارناموں کے ارتقا کے اسباب پر مستند مواد فراہم ہوا اہم واقعات زندگی کی باریک جزئیات اور ان کے پس پردہ انسانی محرکات کا سلسلہ ایک حد تک خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ عام طور پر جو کہ درست بھی ہے کہ آپ بیتی کو یادوں اور یاداشتوں کا مجموعہ تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ بیتی میں ماضی کے جھروکے سے

وابستہ یادوں اور یادداشتوں کی ترمیم شدہ ہی صورت ہی دیکھتی ہے۔آپ بیتی کے فن پر نظر ڈالیں تو اس کی اقسام بھی واضح طور پر سامنے آتی ہیں اس کی اقسام کے حوالے سے ڈاکٹر ابوالیث صدیقی نے اس کی دو اقسام بتائی ہیں،اسی طرح ڈاکٹر ابوالیث صدیقی لکھتے ہیں:

سوانحی تکمیل کے حوالے سے آپ بیتی کی دو قسمیں ہیں

مکمل آپ بیتی،نامکمل آپ بیتی۔[vi]

منقسم صورت حال کو دیکھا جائے تو طبعی عمر تک پہنچ کر جو آپ بیتی لکھی جاتی ہے وہ مکمل آپ بیتی کی ذیل میں آئے گی۔اس میں مصنف ولادت سے بچپن،شباب وغیرہ کے حالات رقم کرتا ہے،اس قسم کی آپ بیتی سید ہمایوں مرزا کی "میری کہانی میری زبانی" رضا علی کی "اعمال نامہ" دیوان سنگھ مفتون کی "ناقابل فراموش" عبدالمجید سالک کی "سرگزشت" مولانا حسین احمد مدنی کی "نقش حیات"، نقی محمد خان کی "عمر رفتہ" جوش ملیح آبادی کی "یادوں کی بارات" احسان دانش کی "جہان دانش" امریتا پریتم کی "رسیدی ٹکٹ" اور بے نظیر بھٹو کی "دختر مشرق" ہے۔دوسری جانب نامکمل آپ بیتی ہے وہ جس میں مصنف زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کرتا ہے یا صرف ایک دور کا ذکر کرتا ہے۔وہ زندگی کے ایک پہلو پر روشنی ڈالتا ہے چاہے وہ سیاست ہو،ادب،یا پھر احوال سفر وہ ان حالات پر روشنی ڈالتا ہے۔ڈاکٹر سید عبداللہ نے مولانا جعفر تھانیسری کی "کالا پانی" ظہیر دہلوی کی "داستان غدر" چوہدری افضل حق کی "میرا فسانہ" اور خواجہ حسن نظامی کی "آپ بیتی" کو اس قسم کی آپ بیتی میں شمار کیا ہے۔

یوں آپ بیتیاں تحریر کرنے کی یہ روایت ایک طویل سفر طے کرتے کرتے واحد شاہ آزاد تک پہنچ گئیں،جو کے۔پی۔کے کے ضلع صوابی کے معروف شاعر وادیب گزرے ہیں۔نثر میں واحد شاہ آزاد نے ایک تصنیف "مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے" چھوڑی ہے۔جبکہ شاعری میں دو کتابیں "رزم تنہائی (الف)" اور "رزم تنہائی (دوم)" تصنیف کی ہیں۔واحد شاہ آزاد کی آپ بیتی پر بات کرنے سے پہلے ضلع صوابی کی ادبی تاریخ پر تھوڑی روشنی ڈالنا ضروری ہے فارغ بخاری صاحب نے ادبیات سرحد میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ پاکستان کے باقی علاقوں کی نسبت سرحد یعنی موجودہ کے۔پی۔کے میں اردو ادب کی روشنی کافی بعد میں پہنچی،جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ یہاں پشتو ادب کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔عموماً یہاں کے لوگ بولنے،پڑھنے،اور لکھنے میں اپنی مادری زبان کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔جہاں تک بات آتی ہے ضلع صوابی کی تو یہاں شاعری اور نثر دونوں پر کام ہوا۔ایک تحقیقی مقالے میں اردو ادب کے حوالے سے فاطمہ بتول یوں رقم طراز ہیں کہ::

ضلع صوابی میں شاعری کے میدان میں شعراء نے حمد،نعت،

منقبت،مرثیہ رباعی،نوحہ،قصیدہ،قطعہ،آزاد نظم،پابند نظم،

اور غزل میں طبع آزمائی کی ہے۔صوابی میں مولانا حافظ

محمد ابراہیم فانی فرخ،اسد گدون،کلثوم افضل زیدوی،عارف

نسیم فیضی،اور انتخاب تبسم وغیرہ نے اردو شاعری کے حوالے

سے بہت کام کیا۔انہوں نے شاعری کی تمام اصناف

پر طبع آزمائی کی اور اردو شاعری میں بیش بہا اضافہ کیا۔"[vii]

ضلع صوابی کے شعراء میں عابد ودود کی تین تصانیف شائع ہوئیں،موصوف نے حمدیہ کلام لکھا۔فرخ نواز فرخ کے بھی تین شعری تین مجموعے سامنے آئے ہیں،جن میں ایک پشتو اور دو اردو مجموعے ہیں۔سلطان فریدی نے نعتیہ شاعری لکھی،ان کے ہاں زیادہ تر مذہبی رنگ پایا جاتا ہے۔اسد گدون نے نظم،غزل،حمد،نعت،رباعی اور قطعہ پر طبع آزمائی کی ہے۔ان کی شاعری رومانوی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔مولانا ابراہیم خان اردو،فارسی،عربی،پشتو ادب پر کام کیا،ان کا زیادہ کلام بھی حمدیہ اور نعتیہ ہے۔واحد شاہ آزاد کی تصنیف نثری ہے جو تکنیک کے حوالے سے آپ بیتی ہے۔جس کا نام "مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے" ہے۔اس کے علاوہ اس سطح زمین پر بہت سارے صاحب فن نے اردو ادب کے میدان میں اپنے جوہر دکھائے۔صوابی میں نثر پر بہت کم کام ہوا واحد شاہ آزاد کو یہ کمال اور اعزاز حاصل ہے کہ وہ واحد شاعر ہیں جنہوں نے شاعری کے ساتھ نثر پر بھی کام کیا۔آزاد کی آپ بیتی کی تو یہ کتاب "مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے" ۲۰۰۷ء میں آرٹ پوائنٹ پشاور کے تعاون سے شائع ہوئی۔جس میں ۳۰ آپ بیتیاں ہیں جو ۴۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔اور ہر آپ بیتی میں واحد شاہ آزاد نے سچائی کے ساتھ اپنی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کا

ذکر چھیڑا ہے،اور اپنے جذبات وخیالات کو کھل کر بیان کیا ہے۔"مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے،اس آپ بیتی کے عنوان پر ہی اگر غور کیا جائے تو چونکا دینے والا ہے۔صنف آپ بیتی کے تمام پہلو اس نام سے ہی جھلکنے لگتے ہیں۔اس کی وضاحت واحد شاہ آزاد کا پیش لفظ سے کچھ یوں ہوتی ہے کہ :

اپنے بارے میں یہ کہوں گا کہ نہ تو میں شاعر ہوں اور نہ

ادیب بس زندگی کے نشیب و فراز میں جو دیکھا جو سنا اور

جو میرے ساتھ ہوا سی کو سمیٹا اور اپنی سوچ کی محور میں

پیس پیس کر لکھا۔[viii]

:آگے چل کر وہ یوں رقم طراز ہیں:

ہر ادیب اور ادب،ادبیات اور ادبی سر گرمیاں پسند''

کرتا ہوں۔مطالعہ میرا پسندیدہ مشغلہ ہے اچھی غزلیں شوق

سے سنتا ہوں۔ناول اور ڈائجسٹ پڑھتا ہوں غالب کی شاعری

کا بہت شوقین ہوں۔معاشرے میں امن،خوشی،ہمدردی،پیار

و محبت کا خواہاں ہوں۔سب کے لیے سینے میں موجود دل محبتوں

رہتا ہے۔رزم تنہائی کے نام سے ایک مجموعہ چھپ چکا سے لبریز

ہے،افسانے ابھی پیش خدمت ہیں۔[ix]

یعنی آزاد نے کوئی بڑا ادیب ہونے کا دعوی نہیں کیا اس لیے آزاد نے اپنی آپ بیتیوں کو افسانے کا نام دیا ہے،لیکن تکنیک کے حوالے سے یہ افسانے نہیں آپ بیتیاں ہیں۔افسانہ زندگی کی مختصر کہانی پر مشتمل ہوتا ہے،جس میں زندگی کے حقائق کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔اس میں پلاٹ،کردار،منظر کشی،وحدت تاثر وغیرہ کا خیال رکھا جاتا ہے۔آپ بیتی میں کہانی بھی ہوتی ہے کردار بھی لیکن اس میں طوالت یا تو زیادہ ہوتی ہے یا بہت کم،اس کا کوئی منظم پلاٹ نہیں ہوتا بات انشائیے کی طرح کہیں سے بھی شروع ہو سکتی ہے اور کہیں پر بھی ختم ہو سکتی ہے۔واحد شاہ آزاد کوئی باقاعدہ لکھاری نہیں تھے۔

واحد شاہ آزاد ضلع صوابی کے گاؤں مانکی چھوٹالاہور میں سن ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔آپ کا اصل نام واحد شاہ اور قلمی نام آزاد تھا۔آپ کا تعلق افغان کے شاہی خاندان بارک زئی سے تھا۔آپ کی ابتدائی زندگی چھوٹالاہور میں گزری ابتدائی تعلیم بھی آپ نے اپنے گاؤں میں حاصل کی،آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد آپ نے صوابی خاص کے گورنمنٹ ہائی سکول میں میٹرک میں داخلہ لیا لیکن مکمل نہ کر سکے کیوں کہ انہی دنوں 1944ء میں پاکستان آرمی میں ملازمت کے لیے درخواستیں جمع ہونی شروع ہوئیں،تو واحد شاہ آزاد کے دوستوں نے واحد شاہ کو بھی درخواست جمع کرنے کا کہا،یہ دور جنگ عظیم دوم کا دور تھا۔واحد شاہ آزاد نے درخواست جمع کی تو آپ کی درخواست منظور ہوئی اور دوستوں کی نامنظور ہوئیں تھیں۔اس طرح آپ فوج میں بھرتی ہو گئے اور تعلیم کا سلسلہ کچھ وقت کے لیے رک گیا تھا۔آپ کو ٹریننگ کے لیے پشاور بھیج دیا گیا جس کی تکمیل کے بعد آپ کو کوہاٹ بھیج دیا گیا۔واحد شاہ آزاد کے بقول:

ٹریننگ سنٹر میں بہت سے ساتھی گپ شپ کے لیے مل گئے

کلیریکل ٹریننگ میں مجھے وردی کے ساتھ تین فیتے بھی مل گئے۔مجھے

حوالدار کلرک بھرتی کیا گیا جبکہ گائیڈ کرنے والا کوئی نہ تھا۔[x]

بعد ازاں واحد شاہ آزاد کا تبادلہ سیالکوٹ کر دیا گیا۔یہاں آزاد نے دو سال گزارے،آزاد کی اس نوکری کی مدت دو سال سات مہینے تھی۔کراچی سے آپ نے میٹرک مکمل کیا اور اس زمانے میں ایف۔اے کی تعلیم کے برابر ایک کورس دیا جاتا تھا جو آزاد نے مکمل کیا۔آزاد نے زندگی میں بہت سے پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔1948 میں رشتہ ازدواج میں باندھے ہم سفر پسند کی تھی۔اس سے آپ کے دو بچے

ہوئے۔آزاد 1947 میں ریلیز لے کر گھر آ گئے۔آزاد کی زندگی میں معاشقوں کا بہت عمل دخل نظر آتا ہے جس کا ذکر ان کی آپ بیتی میں بھی موجود ہے۔آپ حسن کے گرویدہ تھے۔حسن پرستی کی بدولت دل پھینک واقع ہوئے تھے۔اور بقول شاعر:

ع! جہاں بھی گئے داستان چھوڑ آئے

آزاد نے اپنی بیماریوں اور حوادث کا احوال بھی مکمل صورت میں اپنی آپ بیتی میں رقم کیا ہے۔اپنی معشوقہ (منگیتر) سے ملن کی خاطر وہ پشاور گئے تھے ان کے گھر کے قریب دیوار تھی جس کو پھلانگتے ہوئے آزاد کو سینے میں چھوٹ آئی تھی،اس زمانے میں پنسلین ایجاد نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے یہ زخم ٹھیک نہیں ہو سکا اور زندگی کا ساتھی بن گیا اس کا ذکر وہ آپ بیتی "انگریز جوڑی بات 1947ء کی" میں یوں درج کرتے ہیں:

میں نے جس گھر میں منگنی کی وہ لوگ پشاور میں تھے، میں

ان سے ملنے پشاور چلا گیا۔رمضان کا مہینہ تھا موسم گرمی کا تھا

،میں برف لینے کے لیے سٹیشن سے چل کر پشاور شہر جاتا تھا،

ایک راستہ لمبا تھا ایک شارٹ کٹ۔لیکن اس گیٹ میں ریلوے

والوں نے دیوار کھڑی کر کے راستہ بند کر دیا تھا۔میں دیوار پھاند

کر شہر چلا جاتا تھا۔تیسرے دن جب دیوار سے دوسری طرف

کود گیا تو سینے میں درد کی ٹھیس سی اٹھی۔دوسرے دن میرے سینے

میں ایک گول سی مروڑ بن گئی جس میں پیپ پڑ گئی، میں نے آپریشن

کیا لیکن سینے کا یہ زخم میری زندگی کا ساتھی بن گیا [xi]

ہر ادیب کی زندگی میں کچھ نہ کچھ ایسی عادات کا چلن عام ملتا ہے جس سے پیچھا نہیں چھوڑا پاتے ہیں۔غالب شراب کے رسیا تھے معاشی حالات کی خرابی کے باعث بھی اپنی اپنائے رکھا۔یوں ہی آزاد چلم کے رسیا تھے ایک دن حجرے میں چلم لیتے ہوئے آزاد کو کالی بھڑ نے کاٹ لیا جس کا تذکرہ وہ اپنی آپ بیتی "انگریز کرنل کی بیٹی بات 1947ء" میں یوں کرتے ہیں:

میں نے چلم پر ہونٹ رکھے اس نے مجھے ہونٹوں پر کاٹ لیا بڑی

تکلیف ہوئی اور منہ سوج گیا جو ایک ہفتے تک سوجا رہا۔ [xii]

آزاد شاعری و موسیقی کے کافی شوقین تھے موسیقی میں خورشید بانو اور اقبال بیگم کے گانے بہت پسند تھے۔آپ کو سعادت حسن منٹو، سیف الدین سیف صاحب سے بذات خود ملاقات کا شرف بھی نصیب ہوا۔شعر و شاعری میں غالب کے گرویدہ تھے۔خود بھی شاعری کیا کرتے تھے آزاد کی شاعری میں ناصر کاظمی کی طرح ماضی کا حوالہ نظر آتا ہے۔عمر کے آخری حصے میں لکھنا شروع کیا پھر چھوڑ دیا اور بقول آزاد:

لکھنے سے بچنے کے لیے میں نے خواب آور گولی کھانی

شروع کی۔ [xiii]

کچھ عرصہ فوج میں ملازمت کے بعد آپ نے وقتی طور پر فوج سے استعفیٰ لے لیا، گو کہ اس کے بعد جو جنگیں ہوئیں آزاد نے اس میں حصہ لیا جو کہ 1945، 1965، 1971ء کی جنگیں تھیں اور تین وار مڈل ایوارڈ جیتے تھے۔اس کے بعد آپ نے ۱۹۴۸ء میں محکمہ کسٹم کی نوکری اختیار کی جس کے تحت آپ کو بہت سے شہروں کو دیکھنے کا موقع بھی ملتا رہا۔اور یوں آپ کے گھومنے پھرنے کا شوق بھی ہوتا گیا۔کچھ عرصہ محکمہ کسٹم میں رہے لیکن یہاں کی بے ایمانی اور حرام کا پیسہ، رشوت دیکھ کر آپ کا دل بھر گیا اور اس ملازمت کو خیر باد کہا۔آپ کا تعلق ایک جاگیر دار خاندان سے تھا اس لیے آپ نے اپنا تمباکو کی بھٹیوں کا کاروبار شروع کیا۔جس میں آپ کو اچھا خاصا منافع ہو جاتا تھا اور یوں یہ سلسلہ چلتا ہوا زندگی کے

آخر تک اہم ذریعہ ووسیلہ رہا۔ عمر کے آخری حصے میں آخر کی زندگی کے حالات، واقعات کے حوالے سے،، آپ کی سن وفات معلوم نہیں کیوں کہ آزاد کے بارے میں کچھ بھی سوائے ان کی کتاب "مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے" کے علاوہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

واحد شاہ آزاد ایک پر کشش، اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے، اس لیے جنس مخالف کے لیے آپکی شخصیت میں ایک مقناطیسی کشش پائی جاتی تھی۔ نماز روزے کے پابند تھے، حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی تھی۔ پختون قوم کی روایتی خوبیوں سے مالامال تھے بہادر اور نڈر تھے اس لیے فوج میں ملازمت کی۔ رزق حلال کے لیے سر گرداں رہتے تھے، رشوت خوری کی وجہ سے کسٹم کی نوکری چھوڑ دی تھی۔ فٹ بال کے شوقین تھے اور اپنے گاؤں میں فٹ بال کے اچھے کھلاڑی مانے جاتے تھے۔ مخلص انسان تھے، حقیقت پسند تھے سچی بات کھل کر اور بے باک کہتے تھے اس لیے انہوں نے اپنی آپ بیتیوں میں اپنی ذات پر بھی پردہ نہیں ڈالا، حالانکہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے مضمون "آپ بیتی،، میں یہ بات واضح کی ہے کہ آپ بیتی لکھنے والا کبھی اپنی ذات کے ساتھ غیر جانبدارانہ رویہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اور خود نوشت یا آپ بیتی اس حوالے سے ایک مشکل صنف ادب ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول::

کیا کوئی شخص اپنی آپ بیتی لکھ سکتا ہے؟ شاید نہ لکھ سکے گا

کسی فرد پر جو کچھ بیتتی ہے اس کا صحیح بیان تبھی ممکن ہو گا دنیا

کے وہ سارے باسی جن کی نظر کسی کی آپ گزرے گی یا تو فرشتے

بن جائیں۔۔۔۔۔ یا جب پڑھنے والا شاہ بلوط کی اس خشک ٹہنی

کی مانند ہو جائیگا جس میں پانی کا رس پہنچ جائے تو اسے محسوس

بھی نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے۔[xiv]

آزاد کو سیاست اور مطالعہ کا شوق تھا۔ اپنے مشاغل کے حوالے سے وہ یوں رقم طراز ہیں :

ہر ادیب اور ادب، ادبیات اور ادبی سر گرمیاں پسند کرتا ہوں۔

مطالعہ میرا پسندیدہ مشغلہ ہے اچھی غزلیں شوق سے سنتا ہوں۔ ناول

اور ڈائجسٹ پڑھتا ہوں غالب کی شاعری کا بہت شوقین ہوں۔

معاشرے میں امن، خوشی، ہمدردی، پیار و محبت کا خواہاں ہوں۔

سب کے لیے سینے میں موجود دل محبتوں سے لبریز رہتا ہے۔ رزم

تنہائی کے نام سے ایک مجموعہ چھپ چکا ہے، افسانے ابھی پیش

خدمت ہیں۔[xv]

آزاد ایک حسن پرست انسان تھے اس لیے ان کی آپ بیتیوں میں جو سب پہلا عنصر ہے وہ ہے رومانوی انداز یا رومانیت ہے واحد شاہ آزاد کے ہاں یہی خصوصیات پائی جاتی ہیں، ان کی آپ بیتی میں فطرت پرستی کے نمونے بھی ملتے ہیں اور معاشرتی سیاسی قیود سے بغاوت اور انحراف بھی، یہاں کچھ مافوق الفطرت کردار بھی ہیں جن کے نام ستارہ اور حرارت ہیں، جن کا حوالہ قدم قدم پر ان کی آپ بیتی میں ملتا ہے۔ حرارت کی زبانی لکھتے ہیں:

تیری زندگی اپنی بیوی کے ساتھ ۴۰ سال بہترین، لیکن'

آخری زندگی کے دوران کافی عرصے سے تم اکیلے، بیوی تیری

بیمار اور تم اکیلے۔ یہ تم کیا کر رہے ہو نہ پیتے سگریٹ، تم تو

سگریٹ، تم تو صحیح طریقے سے لکھ بھی نہیں سکتے۔[xvi]

ان دو کرداروں کے ذریعے آزاد نے اپنے حالات زندگی بیان کئے ہیں، پطرس بخاری کے کردار مرزا اور مشتاق احمد یوسفی کے کردار مرزا عبدالودود بیگ کی طرح واحد شاہ آزاد نے بھی یہ دو کردار اپنی حالات زندگی بیان کرنے کے لیے پیش کئے ہیں۔ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں یہ غیر مرئی وجود کی طرح ہیں۔ یہ کردار آزاد کے تنہائی کے ساتھی اور ہمراز ہیں۔ آزاد کی آخری زندگی تنہائی میں گزری کیونکہ بیوی بیمار تھی اور ان حالات نے آزاد کو تخیل کی دنیا کا باسی بنادیا، وہ سگریٹ اور چرس پینے لگے تھے۔ صحت کافی گر گئی تھی، یہ حالات کسی بھی انسان کو حقیقت سے دور لے جاتے ہیں۔اس لیے آزاد نے تخیل کی دنیا میں پناہ لی ہے۔ رومانیت کو محبت کا دوسرا نام بھی دیا جاتا ہے، آزاد نے اپنی جوانی میں بہت سی حسیناؤں سے عشق لڑایا محبت کے عہد وپیما باندھے نباہ نہ کر سکے۔ کتاب کا آغاز ہی رومانوی آپ بیتی سے ہوتا ہے جس کا نام ''خانزادی،، ہے۔اس حسینا سے آزاد کی ملاقات لاہور ریلوے سٹیشن پر ہوئی، وہ اس کے حسن کے جال میں پھنس جاتا ہے اور اس کا پیچھا کرتا ہے۔ دونوں طرف آگ برابر کی لگی ہوئی ہوتی ہے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلتا ہے، اس کے حسن کا نقشہ آزاد نے یوں کھنچا:

میری نظر ایک خوبصورت فیشن ایبل لڑکی پر مرکوز گھنگریالے

بال سرخی مائل، قد برابر صحتمند جسم عمر قریباً ۲۰ سال۔[xvii]

یہ خاتون پٹھان ہوتی ہے مگر اس کی رہائش لاہور میں ہوتی ہے۔۔خان زادی ہونے کی وجہ سے اس کی فطرت میں ایک رعب ودبدبہ پایا جاتا ہے، آزاد کو اپنی مرضی کے مطابق کٹھ پتلی کی طرح چلاتی ہے، ایک لحاظ سے اس میں ایک شاہانہ رکھ رکھاؤ اور حاکمیت ہے۔ شکی مزاج عورت ہے، آزاد پر نظر رکھتی ہے۔ آزاد خیال ہے۔ آخر کار آزاد کی آزاد فطرت اکتا جاتی ہے اور وہ اس سے دور ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ جبکہ وہ اس کے عشق میں بے حال ہے۔اور آخر کار وہ شادی کسی اور سے کر لیتی ہے مگر آزاد کو بھلا نہیں پاتی۔اسی طرح اس کتاب کی ساری آپ بیتیاں اسی روش کی ترجمان ہے۔ آزاد حسن پرست انسان تھے اس لیے اس کتاب کی ہر آپ بیتی حسن کی داستان سناتی نظر آتی ہے۔اس آپ بیتی میں ہر قسم کے کردار موجود ہیں بچے، بوڑھے، امیر، غریب، نوجوان، تعلیم یافتہ، ملازمین، بھلے برے، آزاد کے دوست رشتہ دار عرض ہر قسم کے کردار موجود ہیں۔ دو کردار فرضی اور مافوق الفطرت ہیں ستارہ اور حرارت کے نام سے جو اس آپ بیتی میں موجود ہیں۔ان میں انگریز مرد اور خواتین بھی ہیں۔ مثال کے طور پر ''انگریز جوڑی بات ۱۹۴۷ء کی،، آپ بیتی میں آزاد نے دو انگریز جوڑے کا ذکر کیا ہے ان کے ساتھ آزاد کی ملاقات جہانگیرہ میں ہوئی ان دونوں نے آزاد کو لفٹ دی تھی اور خاتون نے آزاد سے اس کے بارے میں پوچھا تو آزاد نے ان کو اپنی کہانی سنائی، اس میں آزاد کے معاشوقاؤں کے کردار بھی ہیں۔ جن میں کچھ خواتین نرس ہیں، کچھ کسٹم میں آزاد کے ساتھ ہوتی ہیں، مثال کے طور پر:

یہ انگریزی جوڑا بالکل جوان تھا۔اور کافی خوب صورت بھی

اور ایک جیسی شکل کے تھے۔ آپ دونوں کا آپس میں کیا

رشتہ ہے؟ کزن ہیں اور میاں بیوی بھی۔ ابھی چلتے چلتے ہم

ہنی مون منا رہے ہیں، نئی نئی شادی ہوئی ہے ہم انگلینڈ سے

آسٹریلیا بائی روڈ جا رہے ہیں۔[xviii]

آزاد خود شاعر تھے اور شاعری کے قدر دان بھی تھے، اس لیے آزاد نے اپنی کتاب میں موقع محل کے مطابق اپنے اور دیگر شعرا کے اشعار کا استعمال بھی کیا ہے مثال کے طور پر سیف صاحب کے اشعار:

سیف انداز بیاں رنگ بدل دیتا ہے ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

ہر مصور کا ہے انداز تصور اپنا ورنہ تصویر میں تو کوئی نئی بات نہیں

ناصر کاظمی کا شعر: یاد ماضی عذاب یارب چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

اسی طرح ان کے اشعار یوں ہیں :

نیل بدمست جوانی تیری موج دریا تھی روانی تیری

جھومتی جھامتی چلتی تھی تم آخری شب کی کہانی تیری

ڈگمگاتی ہوئی مدہوشی میں ادھر لگی کبھی ادھر کو لگی

جیسے ناگن کوئی بل کھا کے چلے ایسے لگتا تھا گری اب کے گری

خواب میں جیسے کوئی چلتا ہے ویسے خوابوں کی شہزادی چلے

جھوم کر جیسے گھٹا چلتی ہے برسی نہیں مگر گرجتی ہے

جیسے مے خوار بہت پی لے چلے کون تھی کوئی بھی تھی وہ تو چلی

حسن کی دیوی بنادی تم نے آزاد شاعری کچھ تیری چلی[xix]

اسلوب کے حوالے سے آزاد کی زبان سادہ، سلیس اور عام فہم ہے۔آزاد پٹھان تھے اس لیے آزاد نے اس کتاب میں پشتو الفاظ بھی استعمال کئے ہیں آپ بیتی۔۔۔۔میں تانگہ بان کی زبان ایک لڑکی کو دیکھ کر وہ یوں کہتے ہیں "دہ خو سیکسی دہ" اس کے علاوہ بھڑ کے لیے آپ بیتی میں "ڈنڈارہ" کا لفظ آزاد نے استعمال کیا ہے۔آزاد اردو کے اہل زبان نہیں تھے نہ کوئی انشاپرداز اس لیے آزاد نے بہت سادہ آسان اردو الفاظ کا استعمال کیا ہے۔انگریزی الفاظ سے بھی استفادہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد نے اپنی آپ بیتی میں پشتو، اور انگریزی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔آزاد نے اپنی آپ بیتی میں اپنے عہد کی ترجمانی بھی کی ہے۔اس وقت کے جنگ کے حالات کا نقشہ بھی کھنچا ہے اور سیاسی حالات کا ذکر بھی کیا ہے۔قیام پاکستان کے حالات بھی آزاد نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اس لیے آزاد نے ان حالات کی منظر کشی بھی کی ہے۔ضیاء مارشل لاء کا احوال بھی ذکر کیا ہے، اس زمانے میں علاج اور تعلیم کے مواقع بھی کم تھے۔البتہ ضلع صوابی کی تاریخ پر آزاد نے کم لکھا ہے شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ آزاد نے صوابی سے باہر ملازمت کے سلسلے میں وقت گزارا تھا اس لیے صوابی پر آزاد نے کم لکھا ہے۔اپنی آپ بیتی میں آزاد نے یہ معلومات بھی دی ہیں کہ اس زمانے میں پنسلین ایجاد نہ ہونے کے سبب لوگوں کو علاج میں کافی دشواری تھی۔پٹھان تہذیب کے پردہ کے حوالے سے بھی کہیں کہیں ذکر موجود ہیں۔

علاوہ ازیں آپ بیتی ''مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے'' میں خود کلامی کا انداز بھی نمایاں ہے، کیوں کہ ان کی آخری زندگی تنہائی میں گزری تھی ان حالات میں انسان سوال بھی خود سے کرتا ہے اور جواب بھی خود ہی دیتا ہے۔بات انسان کی نفسیات کی بھی ہوتی ہے خود کلامی میں ادیب اپنی نفسیات قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔مثلاً آپ بیتی "کالی آندھی" میں وہ لکھتے ہیں:

مجھے ڈر لگتا ہے کس چیز سے؟ کالی آندھی سے۔آج معلوم

نہیں تم مجھے کیسی بات سنا رہے ہو۔بات کوئی خطرناک ہی ہو

سکتی ہے۔ہاں خطرناک ہی ہوگی۔کالی آندھی جب یہ چلتی

ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے دن کے وقت بھی کئی چیزوں کو الٹ

پلٹ کر کے رکھ دیتی ہے، دن کو رات میں بدل دیتی ہے شامیانے

چھپر گر کر ٹوٹ پھوٹ ہو جاتے ہیں، اسکا مطلب یہ کہ انسان کی

حرکت ایک جگہ سے دوسری جگہ تو یہ جو دوسری جگہ ہوتی

اس انسان کی گنہگار ہونے کی وجہ سے وہ گھر ویران ہو کر

رہ جاتا ہے اسی انسان کو کالی آندھی کہتے ہیں۔[xx]

اپنی آپ بیتی ''مڑ کے دیکھا تو سبھی یاد آئے'' اور دو شاعری مجموعوں کے ''رزم تنہائی،،(الف، دوم) سے اپنی ادبی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔ اسی طرح واحد شاہ آزاد نے ضلع صوابی کے ادبی حلقے میں ایک نام پیدا کیا ہے اور صوابی کے اردو ادب کے خزانے میں واحد شاہ آزاد نے اپنا حصہ ڈالا، جب جب صوابی میں اردو ادب کے حوالے سے تحقیق ہو گی تو ان ادیبوں میں واحد شاہ آزاد کا نام ضرور آئے گا۔واحد شاہ آزاد کی آپ بیتیاں بلاشبہ صوابی اردو ادب کا بیش بہا خزانہ ہے۔

References

Oxford advanced learner,s dictionary of current eng Oxford University page 8

[ii] Encyclopeadia Americana essays on biography and auto biography groliar incorporated vol: page 803

[iii] Yusaf ,Jamal ,Ansari "Aap Beti Aor Es ki Mokhtalif Sortain(Naqoosh Aap Beti No)"Idara and Date:N.A page;69

[iv] Parvez ,Parwazi ,Doc "Pas Nawesht aor pas pas Nawesht"Naya zamana publications Lahor Date :NA page :31

[v] Abdullah, Syed ,Doc"Aap Beti(Aap Beti No)Date and publisher:NA Page :61

[vi] Abul Lais ,Siddiqi ,Doc "Kishaaf Tanqidi Istilahaat"Moqtadira Qaumi Zuban Islamabad 1987 page:01

[vii] Fatima, Batool, "Asad Gadoon Ki Shairi Fani Fikri Motalia(MA Research) Un Published 2016 page :23

[viii] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Paish Lafz)" Art Point Peshawer 2007 page:2

[ix] As Above

[x] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Khanzadi)" Art Point Peshawer 2007 page:5

[xi] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Khanzadi)" Art Point Peshawer 2007 page:5

[xii] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Angriz jorri baat 1947ki)" Art Point Peshawer 2007 page :79

[xiii] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Angriz karnal ki beti)" Art Point Peshawer 2007 page:88

[xiv] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Khanzadi)" Art Point Peshawer 2007 page: 20

[xv] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Paish Lafz)" Art Point Peshawer 2007 page:2

[xvi] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Sitara)" Art Point Peshawer 2007 page: 27

[xvii] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Khanzadi)" Art Point Peshawer 2007 page:5

[xviii] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Angriz jorri baat 1947ki)" Art Point Peshawer 2007 page:79

Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Sitara)" Art

Point Peshawer 2007 page: 29

[xx] Wahid Shah Azad "Morr K Dekha Tou Subhi Yad Aaye(Aap Beti:Kaali Aandhi)" Art Point Peshawer 2007 page: 108